تصوف اور شاہ ولی اللہؒ کے افکار ونظریات

*ڈاکٹر امان اللہ بھٹی

**ڈاکٹر محمد حمود لکھوی

Hazrat Shah WaliAllah was the most prominent intellectual figure of the subcontinent. He has to his credit several monumental works in the Islamic religious discourse. This article intends to highlight the Rofrmist contributions of Shah WaliAllah regarding the mystic thoughts prevalent in the sub-continent. Shah WaliAllah has divided the history of Sufism in four periods, and critically analyzed these eras in the light of Quran, Sunnah and collective consciouns of Muslims' intellectual history.

برصغیر کی فکری، علمی اور عملی تاریخ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا کردار غیر معمولی ہے۔ انھوں نے مسلمانوں میں نئے سرے سے دینی فہم کا صحیح ذوق پیدا کیا۔ مسلمانوں کے مختلف علمی وفقہی طبقوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کر کے ان کے درمیان صلح وآشتی پیدا کرنے کی کوشش کی، تعلیمی نصاب کے پرانے ڈھانچے میں اصلاح وترمیم کی، حکمرانی کے صحیح اصول بیان کیے اور اسلامی نظام حکومت کی توضیح ایسے انداز میں کی جس سے حاکم ومحکوم کے درمیان خوشگوار تعلقات استوار ہوں۔ انھوں نے حکومتی عہدیداروں، علماء وصوفیاء اور عوام کے حالات کا پورا جائزہ لیا اور انھیں اُن کی غلط روش کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ برصغیر کے مسلمانوں کی فکری وثقافتی تاریخ میں اکبر اعظم اور اورنگ زیب ایک سطح پر اور فلسفہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود دوسری سطح پر دعویٰ و رد دعویٰ کی صورت میں نظر آئے۔ راسخ العقیدہ علما ومفکرین نے جلال الدین اکبر کی حکمت عملی کو شک وشبہ سے دیکھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی حکمت عملی سے بھی اطمینان بخش نتائج سامنے نہیں آئے تھے کیونکہ اس حکمت عملی نے ہندوستان کے مسلمانوں میں فرقہ پرستی کو شدت دے کر ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ انتشار وتفتت کی اس فضا میں شاہ ولی اللہؒ نے امت مسلمہ کی یک جہتی کے لیے یونانی فلسفہ کی بجائے ایمانی فلسفہ کو رواج دیا۔ انھوں نے حنفی، شافعی، مالکی فقہ کے درمیان نیز فلسفہ وشریعت اور صوفیاء کرام اور غیر صوفی علماء کے درمیان قرب کی فضا پیدا کی۔

---

* لیکچرر، گورنمنٹ کالج، شیخوپورہ۔

** لیکچرر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، اوکاڑہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور تصوف

حضرت شاہ ولی اللہؒ تصوف کی تاریخ کو چار ادوار پر تقسیم کرتے ہیں۔

دورِ اول:

پہلے دور کو رسول پاک ﷺ سے شروع کر کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین تک شمار کرتے ہیں۔ اس دور میں ان کے خیال میں اہل کمال کی زیادہ تر توجہ شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔ ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کی پابندی کے ذیل ہی میں حاصل ہو جاتے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص نہ بے ہوش ہوتا، نہ اسے وجد آتا، نہ جوش میں کپڑے پھاڑنے کی نوبت آتی اور نہ ہی خلاف شرع ان کی زبان سے کوئی کلمہ نکلتا تھا۔ یہ لوگ تجلیات الٰہی پر مطلق گفتگو نہیں کیا کرتے تھے۔ بہشت کی رغبت رکھنے والے اور دوزخ سے خائف رہنے والے تھے۔ کشف و کرامات اور خوارق عادات ان سے بہت کم ظاہر ہوتے اور سرمستی و بے خودی کی کیفیت بھی ان پر طاری نہ ہوتی تھی۔ شاہ صاحب کے بقول

> ہیچ کس از ایشاں ساعتے سر بحسبیب تفکر نے افگند...... و ہیچ کس از ایشاں صعقہ و وجد خرق نمی کرد۔ و شطح نمی گفت۔ واز تجلی و استتار و مثل آں خبر نمیداد۔ رغبت ایشاں بہ بہشت بود و خوف ایشان از نار و کشف و خوارق عادات و سکر و غلبات از ایشاں اند کے ظاہر میشد و آنچہ ظاہر شد غالباً بطور اتفاقیات است۔ (۱)

شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں اس دور کا احسان و یقین موجود علم تصوف و سلوک کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔

> علوم احسان و یقین کہ الیوم باسم علم تصوف و علم سلوک مشہور شدہ۔ (۲)

صحابہ، تابعین اور جمہور صالحین کی نسبت احسان کی طرف تھی:

> این فقیر آگاہانیذ اند کہ نسبت صحابہ و تابعین و جمہور صالحین احسان است۔ (۳)

دورِ ثانی

دوسرے دور کا آغاز حضرت جنیدؒ سے کرتے ہیں جس میں تصوف کے ایک نئے رنگ کا ظہور ہوا۔ اہل کمال میں سے عام طبقہ تو اسی طریق پر کاربند رہا جس کا ذکر پہلے دور کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ ان میں سے خواص نے بڑی بڑی ریاضتیں کیں، ترک دنیا کی روش کو اختیار کیا۔ یہ لوگ سماع سنتے اور سرمستی و بے خودی

میں بے ہوش ہو جاتے، کپڑے پھاڑتے، رقص کرتے اور گدڑیاں پہننے لگے۔

پس عامہ متوقف ماند ہر آنچہ مذکورہ شد، وخاصہ بعد از اجتہادات بلیغہ و ریاضات شاقہ و انقطاع کلی از دنیا...... وسماع راغب شدند وصعقہ وخرق ورقص درایشاں پیدا شد۔(۴)

دورِ ثالث

تیسرے دور میں تصوف کے اس ارتقائی سفر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک اور منزل کا ذکر کرتے ہیں جس میں خواص (یعنی اہل تصوف) نے اعمال واحوال سے گزر کر ''جذب'' تک رسائی حاصل کر لی۔ اور اسی جذب کی بدولت ان کے سامنے ''توجہ'' کی نسبت کا راستہ کھل گیا اور پھر اسی سے تعینات کے تمام پردے اٹھ گئے۔ یہ دور شیخ ابوسعید بن ابی الخیرؒ اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے زمانے سے شروع ہوا۔ فرماتے ہیں کہ اس دور میں عوام حسب سابق شرعی اوامر واعمال پر ٹھہرے رہے۔ البتہ خواص کے فکری سفر نے ایک نئی منزل دریافت کر لی تھی۔

وخاصہ بر احوال خاص والخاصہ را جذبے دریافت کہ بہ سبب آ مہتدی شدند بہ توجہ بوجہ خاص و خرق حجب وجود تا ذاتے کہ قیوم اشیا است۔(۵)

دورِ رابع

چوتھے دور میں شیخ محی الدین ابن عربی اور ان سے پہلے کے کچھ زمانے کو شمار کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ کیفیات واحوال کی منزل سے بھی آگے حقائق تصوف کی بحث وتدقیق کرنے لگتے ہیں کہ ذات واجب الوجود سے کائنات کیسے صادر ہوئی۔ شاہ صاحب کے بقول

واز کیفیات وجدانیہ نفسانیہ درگزشتہ بر تحقیق حقائق نفس الامریۃ علی ماہی علیہ کمر بستند۔(۶)

شاہ ولی اللہؒ صوفیاء کے عقیدۂ وحدت الوجود اور دوسرے عقائد ونظریات کو بھی زیر بحث لائے۔ فرماتے ہیں کہ ہر معلول حادث ہے کیونکہ اس کی علت اس سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ اور ہر حادث تغیر پذیر ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کا پیدا کرنے والا اور متغیر ہونے والا اور متغیر کرنے والا موجود ہوتا ہے۔ نیز ہر وہ چیز جو دو چیزوں سے مرکب ہو۔ اس سے پہلے اس کے اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ چیز جس کی حقیقت اور شخصیت محقق ہو اس سے پہلے اس کی اس حقیقت کا ہونا ضروری ہے جس سے یہ نوع معرض وجود میں آئی۔ لہٰذا اول الاشیاء اور مبدأ کل کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ نہ معلول ہو، نہ حادث ہو، نہ مرکب ہو اور نہ کسی ماہیت

اور وجود سے محقق ہوا ہو۔

فأول الاشياء و مبدء الكل يجب أن لا يكون معلولا ولا محدثا، ولا مركبا ولا محقق من ماهية و شحص. (۷)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اول الاوائل موجود کا ایک فرد ہے اور نہ یہ کہ وجود اسے اسی طرح اپنے اندر لیے ہوئے ہیں جس طرح ایک کلی اپنی جزئیات میں سے، ایک جزئی اور فرد پر مشتمل ہوتی ہے۔

لاينبغى أن يتوهم أن أول الاوائل فرد واحد من الوجود و الوجود غشيه كما يغشى الكلى فردا من جزئياته. (۸)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر چیز جواس سے متغایر ہو جواس سے جدا کی گئی ہو تو اس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں یا تو یوں کہیں گے کہ وہ وہی ہے یا کہیں گے وہ، وہی نہیں ہے۔لہذا اس صورت میں یہ مرکب ہے اور اپنے اندر کثرت کو لیے ہوئے ہے۔ اور اس سے پہلے اور چیزیں موجود ہیں۔لہٰذا ضروری ہو گیا کہ اول ایک ہی چیز ہو جو دیگر چیزوں کے مزاحم نہ ہو۔(۹)

شاہ ولی اللہؒ انبیاء کا حوالہ دے کر وحدت الوجودیوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جن مسائل میں تم الجھے ہوئے ہو ان مسائل کی بابت تمام انبیاء خاموش ہیں۔ان مسائل میں معروف ترین مسائل لاہوت، عقل، نفس اور ہیولی کے متعلق ہیں۔پہلی ہدایت جو انبیاء کرام اپنے امتیوں کو بتاتے وہ موجود و معدوم پر منحصر ہے۔موجود سے ان کی مراد یہ ہے کہ جو خارج اور اعیان میں ہو اور معدوم سے مراد جو چیز خارج میں نہ ہو، خواہ درحقیقت خارج میں ہو یا وجود سے پہلے ثبوت کے مرتبہ میں ہو۔موجود یا تو واجب اور قدیم ہو گا یا ممکن اور حادث:

اما واجب قديم أو ممكن حادث. (۱۰)

شاہ صاحبؒ کے خیال میں سارا عالم بطریق ابتداع وجود میں آیا نہ کہ بذریعہ خلق ذات حق سے صادر ہوا۔ابتداع سے مراد مادہ کے بغیر عدم سے وجود ہونا ہے۔ جس کا مطلب ہے ذات حق اس عالم سے ماوراء ہے۔شاہ صاحبؒ فیوض الحرمین کے پہلے مشاہدے میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ والوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ان میں ایک گروہ ذکر واذکار کرنے والوں اور نسبت یادداشت کے حاملوں کا ہے۔ان کے چہروں پر انوار جلوہ گر ہیں اور ان کے چہروں پر تروتازگی اور حسن و جمال کے آثار

نمایاں ہیں کیونکہ یہ لوگ عقیدہ وحدت الوجود کے قائل نہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ والوں کی اس جماعت میں دوسرا گروہ بھی ہے جو عقیدہ وحدت الوجود کو مانتا ہے اور اس کائنات میں ذات باری تعالیٰ کے جاری و ساری ہونے کے متعلق وہ کسی نہ کسی شکل میں غور وفکر کرنے میں مشغول ہے اور چونکہ اس غور وفکر کے ضمن میں ان سے کچھ تقصیر ہوئی ہے۔ اس لیے میں نے دیکھا کہ ان کے دلوں میں ایک طرح کی ندامت ہے اور ان کے چہرے سیاہ ہیں اور ان پر خاک اڑ رہی ہے:

'و علی وجوهھم سواد و قحول. (۱۱)

اسی لیے حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی اور نیکیوں کی جڑ توحید ہے:

اصل أصول البر و عمدة انواعه هو التوحيد. (۱۲)

شاہ ولی اللہؒ اہل طریقت کے اس نظریے کی تردید کرتے ہیں کہ صوفیا کا مقام تمام باقی طبقات انسانی سے زیادہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ علم اور دین کی اشاعت میں سرگرم کار علماء کرام رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہیں۔ ان کے ہاں زیادہ محترم ہیں اور ان کی نظروں میں زیادہ محبوب ہیں نسبتاً ان صوفیاء کے جو ارباب 'فناء وبقا' ہیں اور جذب کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۱۳)

چونکہ سلاسل طریقت اپنی نسبت حضرت علیؓ سے بواسطہ حسن بصریؒ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں نہ جانے کس طرح طبقہ در طبقہ صوفیاء متفق ہیں کہ یہ سلسلہ روایت درست ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ ولایت کی کوئی سند نہیں ہے۔

درحقیقت رجوع سلاسل اولیاء بسوئے ایشان از جہت روایت ثابت نمی شود وحسن بصری را بایشان خصوصیتی کہ با دیگراں نباشد، معلوم نیست مع ھذا صوفیہ قاطبتھم، طبقۃ بعد طبقۃ اتفاق کردہ اند۔ (۱۴)

آپؒ صوفیاء کے موافق دین اسلام کی دو حیثیتوں کے قائل ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی حیثیت۔ جہاں تک ظاہری حیثیت کا تعلق ہے اس کا مقصود مصلحت عامہ کی نگہداشت اور اس کی دیکھ بھال ہے۔ دین کی دوسری حیثیت باطنی ہے جسے احسان کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کے محافظ دوسرا گروہ ہے جو ہر زمانے میں عوام الناس کے مرجع رہے ہیں۔ جس طرح شریعت کے مجدد دین پیدا ہوتے رہے ہیں اسی طرح طریقت کے بھی اب تک بہت سے خانوادے ہو چکے ہیں۔

وآن فرقہ فقہاء ومحدثانِ وغزاۃ وقاریان اند کہ ہر زمانے سعی بلیغ در رد تحریف از دین و

ترغیب وتخفیض قوم بر تحصیل آن بکار برند، ودر ہر مأۃ مجددے پیدا شود، وفرقہ دیگر ہم بحسب استعداد ازلی وکرعنایت الٰہی گشتند بہ نسبت باطنِ دین کہ احسان است۔(۱۵)

ان کے نزدیک دین کے باطنی امور سے مطلع ہونے کا نام تصوف ہے اور اس کا مطمح نظر عبادت اور اطاعت کے اثرات سے حاصل شدہ روشنی کی تحصیل ہے۔ اس کا معراج، مقام احسان کو پالینا ہے اور یہ دین کی باطنی حیثیت کا نچوڑ ہے۔ دور حاضر کی اصطلاح میں معرفت اور طریقت کا دوسرا نام احسان ہی ہے۔(۱۶)

جہاں تک تصوف کی اساسی روح کا تعلق ہے تو یہ کہنا کافی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی موجود تھی لیکن ذرا قدرے مختلف شکل میں اور موجودہ نام سے ابھی موسوم نہیں ہوئی تھی۔(۱۷)

شاہ صاحب نے طریقہ سلوک کی اصل حقیقت کو جس طرح بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ طریقہ سلوک ان اذکار وافکار کا نام نہیں بلکہ یہ عبارت ہے اس حقیقت سے جو ملاء اعلیٰ میں مستقر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر سلوک کے اس طریق کے متعلق ایک فیصلہ فرماتا ہے اور یہ فیصلہ وہاں سے ملاء اعلیٰ میں نازل ہوتا ہے۔ پھر اس فیصلے کے مطابق عالم ناسوت میں حکم اترتا ہے۔(۱۸) اس طریقے کی اصل وہ ارادہ الٰہی ہے جو ملاء اعلیٰ میں قائم ہے۔

۲۔ طریقہ سلوک کا حامل صرف وہ شخص بنتا ہے جو اپنی جبلت سے مبارک اور پاک ہو اور اسے غیب سے مدد ملے۔ عارف کامل اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء اور اس کی تدلیات کے ماسوا جو کچھ بھی ہے، ان سب کو مسخر کر لیتا ہے نیز یہ کہ عارف کامل کی روح اس کے طریقہ تصوف، اس کے مذہب، اس کے سلسلہ طریقت، اس کی نسبت، اس کی قرابت اور پھر ہر وہ چیز جو اس کے قریب ہے یا اس کی طرف منسوب ہے، ان میں سے ہر ایک کے ہر ہر پہلو پر نظر رکھتی ہے اور اس پر برابر متوجہ رہتی ہے اور عارف کامل کی روح کی اس توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی ملی ہوئی ہوتی ہے۔

۳۔ ہر چیز عارف کے سامنے اس طرح متجلی ہو جاتی ہے جس طرح کہ خواب کے دوران میں معراج کے قصے میں چیزوں کو دیکھنے کی خبر دی گئی ہے۔ فرماتے ہیں عارفوں پر قضا کے فیصلے منکشف ہو جاتے ہیں کہ فلاں فیصلہ اس طرح ہوگا یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے روح کی حقیقت سے مطلع کیا گیا۔

۴۔ شاہ صاحب کرامات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نتیجہ ہوتی ہیں ان کی اس قوت کا جو

نفس ناطقہ میں ہے۔ چنانچہ جب انسان کے نفس ناطقہ کا ملاء الٰہی سے اتصال ہو جاتا ہے تو اس کی ہمت شخص اکبر کی قوت عزم سے ملحق ہو جاتی ہے۔

خانقاہی نظام سے متعلق شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے یونانی فلسفہ کی بجائے ایمانی فلسفہ کو رواج دیا۔ فلسفہ وشریعت اور صوفیاء وعلماء کے درمیان قرب کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے مختلف علمی وفقہی گروہوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کیے۔ جس سے صلح کی فضا پیدا کرنے میں کافی مدد ملی۔

حوالہ جات

۱۔ شاہ ولی اللہ، ہمعات، اکادمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد، ۱۹۷۴ء ص ۶۱۔۱۷

۲۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، ص ۴:۱

۳۔ ہمعات، ص ۲۸

۴۔ ہمعات، ص ۱۷

۵۔ ہمعات، ص ۱۹

۶۔ حوالہ بالا

۷۔ شاہ ولی اللہ، لمعات، اکادمیہ شاہ ولی اللہ، حیدر آباد، س ن، ص ۱

۸۔ لمعات، ص ۲

۹۔ لمعات، ص ۴

۱۰۔ لمعات، ص ۱۷

۱۱۔ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، مطبع محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، س ن، ص ۱۲۔۲۲

۱۲۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار الکتاب الحدیثۃ، قاہرہ، س ن، ص ۱/۲۲۱

۱۳۔ فیوض الحرمین، ص ۱۳۹

۱۴۔ ہمعات، ص ۶۰

۱۵۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۱۱

۱۶۔ فیوض الحرمین، ص ۶۱

۱۷۔ شاہ ولی اللہ، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل (ترجمہ پروفیسر محمد سرور) سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۱۹۴۵ء، ۲/۱۹۰

۱۸۔ فیوض الحرمین، ص ۱۴۸